چاند رات سے جڑی خوشیاں

سعدیہ عابد

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

سعدیہ عابد

افسانہ

چاند رات سے جڑی خوشیاں

”دشال کی بچی! تو تو ہے ہی دنیا بھر کی فضول، تجھے بیاہ رچانے کے لئے چاند رات ہی ملی تھی، بھول گئی گزری چاند راتوں میں ہم خوب مستی کرتے تھے، مہندی اور چوڑیاں لینے جاتے تھے اور اس چاند رات کو ہم تیری

برات کا انتظار کر رہے ہیں' لے کے چاند رات کا سارا مزا ہی کرکرا کر دیا"۔ ماویہ خالد دلہن بنی وشال سے کہہ رہی تھی' یہ دونوں بچپن کی فرینڈز تھیں۔

"وشال پلیز! چپ کر جاؤ' میں تو مذاق کر رہی تھی یار' یہ چاند رات تو میری زندگی کی سب سے حسین چاند رات ہے' جہاں تجھ سے دور ہو جانے کا غم ہے وہیں دل کو یہ خوشی بھی ہے کہ میری پیاری سی دوست اپنا نیا جیون شروع کرنے جا رہی ہے' تو مجھے بہت یاد آئے گی"۔ وہ دونوں رونے میں مشغول تھیں جبھی برات آ جانے کا سندیسہ لئے وشال کی کزن آ گئی تو وہ مسکراتے ہوئے استقبال کو چل دی۔

وشال نے انٹر کا ایگزام پاس ہی کیا تھا کہ اس کا نصیب کھل گیا اور آگے پڑھنے کا ارادہ کرتی وشال پیا دیس سدھار رہی تھی۔ وہ اپنے والدین کی اکلوتی بیٹی تھی اور اس کا ایک ہی بھائی تھا جو شادی شدہ اور دو بچوں کا باپ تھا' وشال کے والد کی ڈیتھ ہو گئی تھی بس بھائی اور ماں ہی تھے۔

............☆............

وشال حجلہ عروسی میں بیٹھی اپنے مجازی خدا کی منتظر تھی' دروازہ کھل کر بند ہونے کی آواز پر دھڑ دھڑاتے

دل کے ساتھ ہی ہتھیلیاں نم ہو گئیں' وہ سر جھکائے سرخ عروسی جوڑے میں سولہ سنگھار کیے بیٹھی تھی' اس کا انتظار طویل سے طویل تر ہونے لگا تو اس نے گھبرا کر جھکا سر اٹھایا' اسی پل زرہان شاہ نے وارڈ روب بند کی تھی اور پلٹتے ہوئے اس کی نگاہ ایک پل کو اسے تکتی وشال پر ٹھہر گئی تھی مگر دوسرے ہی پل وہ ہاتھ میں تھامے نائٹ ڈریس کے ہمراہ واش روم میں چلا گیا تھا' وشال کو اپنا نظر انداز کیا جانا بُری طرح سے کھلا تھا اور آنسو اس کے خوبصورت چہرے کو تر کرنے لگے تھے' اس نے وہیں بیٹھے بیٹھے جیولری اتاری تھی اور پنوں سے سیٹ کیے دوپٹے کو اپنے سر سے اتار کر ہیئر اسٹائل کھولا تھا' اٹھ کر ساری جیولری ڈریسنگ کی دراز میں ڈال دی تھی' ٹشو کی مدد سے تھوڑا بہت میک اپ صاف کیا تھا اور چوڑیاں اتارنے لگی تھی مگر چوڑیاں تھوڑی چھوٹی تھیں اس لئے اترنے کی بجائے اس کا ہاتھ زخمی کرتی ہوئی زمین پر بکھرتی چلی گئیں تھیں۔ اس نے چوڑیاں اتارے بغیر ٹشو کی مدد سے خون جذب کیا تھا' کمرے میں دوسرے نفس کی موجودگی کا احساس ہوتے ہی وہ خاموشی سے اٹھی تھی اور چینج کرنے کے ارادے سے اس نے واش روم کا رخ کیا تھا اور جب وہ روم میں آئی تو اس کی نگاہ سوئے ہوئے زرہان شاہ پر پڑی تھی اور وہ دل میں ابھرتے سوالوں اور اپنا قصور سوچتے سوچتے ہی سو گئی تھی۔ زرہان شاہ کی آنکھ اپنے روز کے معمول کے مطابق کھلی تھی' وہ کمبل سرکاتا اٹھا تھا اور کھنکتی چوڑیوں کی آواز نے اس کے قدم جکڑ سے لیے تھے کتنے ہی دنوں کے بعد اس نے یہ مدھر دھن سنی تھی مگر اس کے دل کے تار بجنے کی بجائے پرانے زخم ادھیڑ گئے تھے اور مڑنے پر اس کی نگاہ صوفے پر سوئی وشال پر گئی تھی' ایک ہاتھ اس نے اپنے داہنے گال کے نیچے رکھا ہوا تھا اور دوسرا ہاتھ زمین پر جھول رہا تھا' جانے کس احساس کے تحت وشال کی آنکھ کھل گئی تھی' زرہان شاہ کو خود پر نگاہ جمائے دیکھ کر وہ اٹھ کر بیٹھ گئی تھی' بکھرے بالوں کو سمیٹنے کے لئے کلائی میں پڑی چوڑیاں اپنی جلترنگ در و دیوار کو عطا کر گئیں تھیں اور ساکت کھڑے زرہان شاہ نے حرکت کی تھی اور وہ وشال کے سامنے ٹھہرتے ہوئے سرد لہجے میں گویا ہوا تھا۔

"مجھے ان کھنکتی چوڑیوں سے سخت نفرت ہے اور بہتر ہوگا کہ میرے کمرے میں یہ ناپسندیدہ آواز آج آخری بار گونجی ہو"۔ جذبات سے عاری لہجہ اسے دکھ اور حیرت کے سمندر میں غوطہ زن کر گیا تھا۔

"مسٹر زرہان شاہ! ان چوڑیوں کا تو ذکر ہی کیا آپ کو تو میری یہاں موجودگی ہی پسند نہیں آئی مگر میں آپ کے ساتھ بھاگ کر تو آئی نہیں ہوں' جب آپ مجھ سے کوئی رشتہ جوڑنا ہی نہیں چاہتے تھے تو کیوں مجھے اپنا پابند کر دیا' جس لڑکی کو سب کے سامنے اپنی مرضی سے قبول کیا تھا اسے اپنے گھر لاتے ہی بھول گئے اور مجھے زبردستی کے تعلق نبھانے کا کوئی شوق نہیں ہے' اس لئے میں یہاں رہنے سے زیادہ اپنے گھر لوٹ جانے کو ترجیح دوں گی"۔ وشال اپنے آنسو صاف کرتی مضبوط مگر غمزدہ لہجے میں بول رہی تھی۔

"او کے! ایز یو وش' آپ جانا چاہتی ہیں تو شوق سے جائیں کیونکہ آپ مجھے الزام دے ہی نہیں سکتیں' میں نے تو اس شادی سے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ مجھے بیوی کی ضرورت نہیں ہے' میری بیٹی کو ماں کی ضرورت ضرور ہے"۔ وہ بے رحم بنا ہوا تھا۔

"بے...... بیٹی...... کس...... کس کی بیٹی...... آپ کس کی بیٹی کی بات کر رہے ہیں؟" اٹکتے ہوئے بے یقین سی تھی۔

"میں کسی اور کی نہیں اپنی بیٹی کی بات کر رہا ہوں اور آپ حیران تو ایسے ہو رہی ہیں جیسے کچھ جانتی ہی نہ ہوں"۔ زرہان شاہ نے طنز کیا تھا۔

"آ...... آپ کی کوئی بیٹی بھی ہے' آپ نے ہمیں اتنا بڑا دھوکہ دیا' اتنا بڑا سچ ہم سے چھپایا اور......"

''میں نے کچھ نہیں چھپایا' میں بہت فیئر بندہ ہوں اسی لئے میں نے بجو سے کہہ دیا تھا کہ میرے لئے ایسی لڑکی ڈھونڈیں جو میری بیوی سے زیادہ میری بیٹی کی ماں ثابت ہو اور میں نے بجو سے کہہ دیا تھا کہ وہ آپ لوگوں سے کچھ نہ چھپائیں اور آپ لوگ حقیقت جاننے کے بعد بھی شادی کے لئے راضی ہو گئے تو میں......''

''آپ جھوٹ بول رہے ہیں' آپ کی بجو نے ہمیں ایسا کچھ نہیں بتایا' آپ کی بجو تو جب ہمارے گھر آئیں یہی کہا کہ میرا بھائی بہت محنتی ہے' خوبرو اور دل والا ہے' کوئی بھی لڑکی اس کے ساتھ پر فخر کر سکتی ہے مگر آپ کی بجو آپ کی اصلیت بتانا بھول گئیں' انہوں نے ہمیں اس بات کی بھنک بھی نہیں پڑنے دی کہ آپ شادی شدہ اور بچی کے باپ ہیں''۔ وہ روتی ہوئی دروازہ کھول کر باہر نکلی تھی اور اس کے پیچھے ہی زرہان شاہ بھی لپکا تھا' زرینہ احمد اسے روتا دیکھ کر کچن میں جانے کی بجائے اس تک آ گئی تھیں اور رونے کی وجہ دریافت کرنے لگی تھیں' وہ ان کا ہاتھ جھٹکتی باہر قدم بڑھا رہی تھی مگر انہوں نے جلدی سے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

''آپ کو اتنا بڑا دھوکہ دیتے ذرا بھی شرم نہیں آئی' آپ کو صرف اپنے بھائی کی فکر تھی' جس لڑکی کو اس کے جیون میں شامل کرنے جا رہی تھیں ایک لمحے کو بھی اس کے بارے میں نہیں سوچا' کوئی جواب ہے آپ کے پاس' کیا منہ دکھائیں گی آخر آپ میرے گھر والوں کو ایک عورت ہو کر اپنے مفاد کی خاطر اپنے بھائی کی خوشیوں کے لئے کیوں آپ نے میرے ساتھ ایسا کیا' اس طرح دوسروں کی خوشیاں داؤ پر لگا کر گھر نہیں بنتے' مگر یہ آپ جیسے خود غرض لوگ کبھی نہیں سمجھ پاتے''۔ اس نے ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑایا تھا اور روتے ہوئے کہتی چلی گئی تھی اور اسے رُکتا نہ دیکھ کر زرینہ زرہان شاہ تک آ گئی تھیں۔

''بجو! کیوں آپ نے اصلیت وشال کے گھر والوں سے چھپائی؟'' وہ کہہ رہا تھا۔

''میں نے تمہارے لئے بہت سی لڑکیاں دیکھی تھیں اور لڑکی والوں کو تمہارے شادی شدہ ہونے پر کوئی اعتراض نہیں تھا مگر وہ زائرہ کا سنتے ہی انکار کر دیتے' مجھے اسی ماہ اپنے گھر (وہ امریکہ میں رہتی تھیں اور ان کے دو بچے بھی تھے) بھی جانا تھا' میں نے سوچا شادی ہو جائے گی تو سب ٹھیک ہو جائے گا' یہی سوچ کر میں نے وشال کے گھر والوں کو کچھ نہیں بتایا' میں مانتی ہوں میں نے غلطی کی ہے مگر میں کیا کرتی' مجھ سے تمہاری تنہائی دیکھی نہیں جاتی تھی اور میرے جانے کے بعد تم ڈیڑھ سال کی بچی کو کیسے سنبھالتے' میں نے تو ایسا وشال! صرف اپنے بھائی کی محبت میں کیا تھا اور تمہارا بہت نقصان کر دیا' مجھے معاف کر دو بیٹا! اور پلیز یہاں سے مت جاؤ' اس گھر کو تمہاری ضرورت ہے' میری خود غرضی کی سزا اس معصوم بچی کو نہ دو''۔ وہ روتے ہوئے ایک ہی وقت میں دونوں سے مخاطب تھیں۔

''میں نے اپنی پوری زندگی ایک عام سے انداز میں گزاری ہے' میں بہت بُری نہیں ہوں تو فرشتہ صفت بھی نہیں ہوں' جو آپ مجھ سے چاہتی ہیں میں نہیں کر سکتی' میں کسی کی ماں نہیں بن سکتی اور وہ بھی سوتیلی ماں...... کیونکہ سوتیلی ماں کچھ بھی کیوں نہ کرے وہ سگی ماں کا درجہ حاصل نہیں کر پاتی اور میں ایک بٹی ہوئی زندگی نہیں جی سکتی' جس انسان کے سہارے میں نے بابل کی دہلیز پار کی اسے میری پرواہ نہیں ہے کیونکہ وہ نہ مجھ سے محبت کرتا ہے اور نہ اسے میری ضرورت ہے' مجھے یہاں صرف بچی کی پرورش کے لئے لایا گیا ہے اور میں ایک ایسے انسان کی بچی کو پیار شاید کبھی نہ دے پاؤں جس نے میری توہین کی' مجھے اتنی سی بھی اہمیت نہیں دی کہ وہ پل بھر کو ہی سہی مجھ پر نگاہ ڈالنے کی خطا کر بیٹھتا' میں ادھار زندگی' ادھار کی جنت اور ادھار کے رشتے کو

نہیں جھیل سکتی‘ میں مانتی ہوں کہ یہ میری خود غرضی ہے میں صرف اپنے بارے میں سوچ رہی ہوں مگر یہ ضرور ہے کہ اس اقدام کے بعد سب سے زیادہ سوالات مجھ پر ہی اٹھیں گے‘ طلاق یافتہ عورت کو زمانہ اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتا اور فقط ایک رات کے بعد لوٹ جانے والی لڑکی کی حیثیت سمجھنا کوئی مشکل نہیں ہے‘ مگر میں جانتی ہوں کہ میں بہت زیادہ اچھی نہیں ہوں‘ میں آپ کی بچی پر ظلم نہیں کرنا چاہتی اور میں خود پر بھی ظلم برداشت نہیں کر سکتی‘ اس لئے میں فرار حاصل کر رہی ہوں‘ ہو سکے تو مجھے معاف کر دیجئے گا“۔ وہ بے تحاشا روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

”آپ کا فیصلہ درست ہے اور آپ کو جتنی بھی تکلیف سہنی پڑ رہی ہے وہ سب میری وجہ سے ہے اس لئے میں آپ کے فیصلے میں آپ کا ساتھ دوں گا‘ آپ کے یا آپ کے خاندان پر کوئی حرف نہیں آئے گا اور بجو کی طرف سے میں آپ سے معافی طلب کرتا ہوں‘ بجو نے جو کیا میری محبت میں‘ مگر میں خود یہ سب نہیں جانتا تھا‘ میں تو شادی ہی نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ میں سلینہ کی جگہ کسی کو دے ہی نہیں سکتا‘ مگر یہ سب باتیں جانے دیں‘ ہوگا وہی جو آپ کی مرضی ہوگی“۔ زرہان شاہ سنجیدگی سے گویا تھا۔

”وشال! اب یہی تمہارا گھر ہے‘ جو ہونا تھا وہ ہو گیا ہے اس لئے بہتر ہوگا کہ تم سب بھول کر اپنی نئی زندگی شروع کرو“۔ ولید بھائی اور ان کی بیوی جو ناشتہ لے کر آئے تھے انہوں نے ساری گفتگو سن کر کہا تھا اور جب وہ گھر گئی تو ماں نے بھی یہی کہا اور وہ صرف ماں کی بات رکھنے کے لئے نہ چاہتے ہوئے بھی زرہان شاہ کے گھر لوٹ گئی تھی‘ عید کے دوسرے دن ان کا ولیمہ تھا اور ولیمہ کے ٹھیک تیسرے دن زرینہ اپنے گھر کے لئے روانہ ہوگئیں تھیں اور گزرے چند دن تو اس نے کمرے میں بند رہ کر گزارے تھے اور آگے کیا ہونا تھا کسی کو اس کا اندازہ نہیں تھا‘ آ یہ (ماں) نے اسے بہت سمجھایا تھا مگر وہ ضد اور انا میں کسی مصالحت پر آمادہ نہ تھی‘ وہ تو کم عمر سی چھوٹی چھوٹی شرارتیں کر کے خوش ہونے والوں میں سے تھی‘ اتنا بڑا امتحان ایک دم ہی سر پر آ پڑا تھا‘ جسے ہینڈل کرنا اس کی نادان اور موڈی طبیعت کے لئے مشکل تھا‘ مگر وہ دل کی صاف اور پرخلوص بھی بہت تھی‘ اسی لئے اس کی ماں کو یقین تھا کہ وہ ایک دن زرہان شاہ کو معاف کر کے اپنے دل میں مقام دے کر اس کی بچی کو اپنا لے گی‘ یہ ایک ماں کا یقین تھا اور وقت نے طے کرنا تھا کہ یہ کتنا درست تھا۔

............☆............

”ہیلو...... مسٹر زرہان شاہ! آج آپ کی بیٹی کی آیا نہیں آئی اور وہ بہت رو رہی ہے‘ اگر آپ کے پاس فرصت ہو تو آ کر بیٹی کو سنبھال لیں“۔ زرہان شاہ کے ہیلو کہتے ہی اس نے کہا تھا اور کوئی جواب سنے بغیر فون رکھ دیا تھا‘ زرہان شاہ نے لب بھینچ کر غصہ کنٹرول کیا اور اپنی اہم میٹنگ کینسل کر کے گھر کا رُخ کیا تھا۔ زرینہ جس روز گئی تھی اسی روز زرہان شاہ نے بیٹی کی دیکھ بھال کے لئے گورنس رکھ لی تھی مگر اس نے تیسرے ہی دن چھٹی کر لی تھی‘ وہ شدید غصے میں تھا‘ گزرے دنوں میں وشال کا جو رویہ تھا اس سے ایسی ہی امید کی جا سکتی تھی‘ وہ صبح سے شام تک روم میں بند رہتی تھی‘ اسے کھانا دے دیا جائے تو وہ کھا لیتی تھی‘ اس نے کبھی خود سے کچن کا رخ نہیں کیا تھا۔ جب زرینہ یہاں تھیں جب بھی اس کا یہی رویہ تھا‘ اسے کوئی بھی کچھ کہتا رہے اس نے مستقل خاموشی اختیار کی ہوئی تھی‘ زرہان شاہ نے اس کی آواز ہی پہلے دن کے بعد آج سنی تھی‘ وشال فون رکھ کر پلٹی تھی اور اپنے کمرے میں جاتے ہوئے اس کے قدم زرہان شاہ کے روم کے باہر تھم گئے تھے اندر کمرے میں سے زائرہ کے رونے کی آواز آ رہی تھی اور جو پہلے کے مقابلے میں کافی بلند بھی تھی‘ وہ سر جھٹک کر اپنے روم میں آ گئی تھی

مگر وہ بہت بے چین تھی' وہ مستقل روتی ہوئی زائرہ کے بارے میں سوچ رہی تھی' اس کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں اور وہ ایک جھٹکے سے دروازہ کھول کر باہر نکلی تھی اور روتی ہوئی ڈیڑھ سالہ زائرہ کے لئے فیڈر تیار کر کے زرہان شاہ کے روم میں آ گئی تھی' زائرہ نیچے کارپٹ پر آڑی ترچھی سی پڑی رو رہی تھی' وشال نے لپک کر اسے گود میں اٹھایا تھا اور اسے سینے سے لگا کر تھپکنے لگی تھی' زائرہ اس کی آغوش میں آ کر چپ ہو گئی تھی اور کچھ ہی دیر میں وہ معصوم بچی فیڈر پی کر سو گئی تھی' وشال اس کے ساتھ ہی لیٹی ہوئی تھی اس کی انگلیاں دھیرے دھیرے زائرہ کے ننھے ننھے سے بالوں میں چل رہی تھیں اور وہ بند آنکھوں سے موتی ٹپکاتی ماضی میں سفر کرنے لگی تھی۔

☆.........

آج سے ٹھیک دو سال پہلے جب وہ اسکول وین کا انتظار کر رہی تھی' اس کا میٹرک کا لاسٹ پیپر تھا' اس کی دونوں فرینڈز اپنے بھائیوں کے ساتھ جا چکی تھیں' گرمی اور غصے سے بُرا حال ہونے لگا تو وہ پیدل ہی چلنے لگی تھی کیونکہ اسکول آدھے سے پون گھنٹے کی واک پر تھا مگر وہ ہمیشہ وین سے ہی جاتی تھی مگر غصے میں اس نے ایک بڑا قدم اٹھا لیا تھا' چلتے چلتے اچانک ہی بارش شروع ہو گئی تھی تب اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا' وہ تھوڑی سی ہی دیر میں کافی بھیگ چکی تھی تبھی اس کے نزدیک ایک کار رکی تھی اور فرنٹ سیٹ پر بیٹھی لڑکی نے اسے لفٹ کی آفر کی تھی اور وہ انکار کرنے کے بعد کافی جھجکتے ہوئے بیٹھ گئی تھی اور بیک سیٹ پر بیٹھنے کے بعد اس کی نگاہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے شخص پر پڑی تھی اور جانے اس لمحے اسے کیا ہوا تھا کہ وہ پلک جھپکنا بھول گئی تھی' وہ شخص کوئی شہزادہ یا حسن کا دیوتا نہیں تھا مگر اس کے سانولے چہرے اور عنابی ہونٹوں کے اوپر گھنی مونچھیں' کالی بھنورا سی آنکھیں اور چہرے پر ٹھہری مسکراہٹ اور سکون اُسے کافی جاذب نظر بنا گئے تھے اور 10 منٹ کے سفر میں اس نے زیادہ تر اُسے ہی نوٹ کیا تھا' اس کے ساتھ بیٹھی لڑکی کو بھی جواب بس ہوں ہاں میں ہی دے سکی تھی اور اترتے وقت اس نے اس شخص کو جسے وہ لڑکی جو نجانے اس کی کون تھی اسے زرہان کہہ کر پکار رہی تھی' اس نے اس شخص کو تھینکس کہا تھا اور یہ دن اس کی ذات و دل سے چپٹ گیا تھا' وہ مادیہ سے کچھ نہیں چھپاتی تھی مگر یہ بات وہ چھپا گئی تھی' ویسے بھی بتانے کو اس کے پاس تھا بھی کیا؟ وقت گزرتا رہا اور اس دن کو وہ کبھی نہ بھلا سکی اور اس کا پہلا رشتہ جب آیا وہ کافی غصے ہوئی تھی اس نے صاف انکار کر دیا تھا مگر مادیہ کے کہنے پر جب اس نے تصویر دیکھی تو وہ جیسے کھل سی گئی' اسے یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ جسے وہ دعاؤں میں مانگ رہی تھی وہ اسے اتنی آسانی سے مل رہا ہے اور پھر وہ وشال صفدر سے وشال زرہان شاہ بن گئی' اسے چاندرات کو انجوائے کرنا بہت اچھا لگتا تھا اور وہ اس چاندرات پر دل سے خوش تھی' دھڑکتے دل کے ساتھ زرہان کا انتظار کر رہی تھی مگر زرہان نے اسے نظر انداز کر دیا' اس کا دل اور ارمان کرچی کرچی ہو گئے اور صبح اسے پتہ چلا کہ زرہان کے ساتھ اس دن موجود لڑکی اس کی بیوی تھی جسے کینسر تھا اور وہ چھ ماہ پہلے فوت ہو گئی تھی' زرہان اسے دیوانگی کی حد تک چاہتا تھا' اس نے شادی صرف اپنی بچی کے لئے کی تھی' وشال کو یہ بات پہلے پتہ ہوتی تو وہ تب بھی زرہان سے شادی کر لیتی مگر جھوٹ اور پھر زرہان کا رویہ اسے کافی دلبرداشتہ کر گئے تھے' وہ تو بہت اچھے دل کی مالک تھی مگر دو ہفتوں سے بہت کٹھور بنی ہوئی تھی مگر آج وہ اپنے دل کے ہاتھوں بے بس سی ہو گئی تھی' وہ کسی معصوم بچی کو تڑپتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی تھی' اس نے خود کو ٹھکرائے ہوئے شخص کی بیٹی کو اپنا لیا تھا' وہ جانے کب تک ماضی کی بھول بھلیوں میں کھوئی رہی تھی' یہاں تک کہ وہ زرہان شاہ کی موجودگی بھی محسوس نہیں کر پائی تھی' زرہان شاہ نے پرسکون سوتی بیٹی کو دیکھ کر ایک اطمینان

بھری سانس کھینچی تھی اور بیٹی کے ساتھ ہی لیٹی وشال پر نگاہ ٹھہر گئی تھی‘ وہ بند پلکوں سے موتی ٹپکاتی نجانے کہاں گم تھی‘ اس کی لرزتی پلکیں اس کے جاگنے کی گواہ تھیں‘ زرہان شاہ کی نگاہ تھم سی گئی تھی‘ وشال نے ایک عجیب احساس کے تحت آنکھیں وا کی تھیں اور زرہان شاہ کو دیکھ کر فوراً اٹھ بیٹھی تھی‘ زرہان نے نگاہ کا زاویہ بدلنے میں اس سے بھی زیادہ جلدی دکھائی تھی۔ وشال روم سے جانے لگی تھی جب اسے زرہان شاہ کی آواز آئی تھی ”تھینکس“۔ اور وہ مشتعل سی ہوگئی تھی۔

”آپ نے سب کو اپنی طرح بے حس سمجھا ہوا ہے‘ آپ کسی کی بیٹی پر ظلم کرسکتے ہیں مگر میں...... کسی کے کیے کی سزا کسی اور کو نہیں دے سکتی‘ کسی بھی احساس کے تحت میں نے زائرہ کو اپنا لیا ہے تو یہ مت سمجھئے گا کہ میں نے آپ کو یا آپ کے گناہ کو معاف کردیا ہے‘ میں آپ کو کبھی معاف کر ہی نہیں سکتی اور نہ ہی مجھے آپ سے کوئی سروکار ہے کیونکہ آپ میرے لئے اتنے ہی غیر اہم ہیں جتنی کہ میں آپ کے لئے“۔ وشال دردناک آواز کے ساتھ دروازہ بند کرگئی تھی اور نتیجے کے طور پر زائرہ اٹھ کر رونے لگی تھی جسے زرہان شاہ نے بہت مشکل سے چپ کروایا تھا‘ اس نے اب دوبارہ آفس جانے کا ارادہ کینسل کردیا تھا‘ شاور لے کر بیڈ پر نیم دراز ہوکر کتاب اٹھالی تھی اور کتاب میں سے گرنے والی سلیقہ کی تصویر اسے ماضی میں جھانکنے پر مجبور کرگئی تھی۔

............☆............

زرہان شاہ کی پیدائش کا دن اس کی ماں کی زندگی کا آخری دن تھا‘ زرینہ اس سے چھ سال بڑی تھی‘ کامران شاہ ایک بزنس مین تھے‘ انہوں نے دوسری شادی کرلی سوتیلی ماں کا رویہ ان کے ساتھ برا نہیں تھا تو اچھا بھی نہیں تھا۔ زرہان شاہ نے جس وقت بزنس ایڈمنسٹریشن کی ڈگری لے کر باپ کے بزنس کو سنبھالا تو باپ نے سب کچھ اسے سونپ کر آنکھیں بند کرلیں‘

زرینہ کی اس کے کزن سے شادی ہوگئی جو امریکہ میں رہائش پذیر تھا‘ زرہان شاہ کافی سنجیدہ مزاج تھا‘ خواتین سے وہ گریز تو نہیں برتتا تھا لیکن اس کی کوئی گرل فرینڈ بھی نہ تھی‘ سلیقہ اس کے آفس میں جاب کے لئے انٹرویو دینے آئی تھی اور معصوم صورت اور خوبصورتی میں یکتا سلیقہ کو وہ پہلی ہی ملاقات میں دل دے بیٹھا اور آفس میں جاب دینے کی بجائے اس نے اسے ایک پرمننٹ جاب سے نواز دیا‘ متوسط طبقے سے تعلق رکھنے والی سلیقہ اس کے جیون میں شامل ہوگئی‘ آفس میں فرسٹ ٹائم اسے سلیقہ کی چوڑیوں کی کھنک نے متوجہ کیا تھا‘ اس کی نازک گوری کلائیوں میں چند کھنکتی سرخ چوڑیاں ہی تو اسے بیگانہ کرگئیں تھیں‘ سلیقہ خود چوڑیوں کی دیوانی تھی‘ ہر وقت کپڑوں کی مناسبت سے چوڑیاں اس کی کلائیوں میں اپنی کھنک اور بہار دکھایا کرتی تھیں‘ زندگی بہت حسین تھی کہ دکھ کے بادل چھا گئے‘ شادی کے تیسرے سال ہی سلیقہ اسے چھوڑ گئی‘ سلیقہ کو کینسر تھا‘ زرہان شاہ پیسہ پانی کی طرح بہانے کے بعد بھی سلیقہ کو زندگی کی جانب موڑنے میں ناکام رہا‘ زندگی ایک دم ہی ویران ہوگئی‘ اس کے دل کا ایک کونا جو سلیقہ کے دم سے آباد تھا وہ اندھیروں کی نذر ہوگیا‘ ایک سالہ زائرہ کو سنبھالنا اور بزنس کو بھی دیکھنا اس کے بس سے باہر تھا۔ زرینہ نے اس کے لئے لڑکیاں ڈھونڈنی شروع کردیں‘ مگر وہ سلیقہ کا مقام کسی اور کو دینا ہی نہیں چاہتا تھا مگر اپنی سلیقہ کی جان‘ اپنی بیٹی کی خاطر مجبور ہوگیا‘ اس نے خود کو بہت سمجھایا مگر جب وہ اپنے ہی کمرے میں داخل ہوا جہاں 3 سال پہلے اس کی سلیقہ اس کی دل کی خوشی سے براجمان تھی‘ آج وہاں کوئی اور لڑکی بیٹھی ہوئی تھی‘ اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے‘ سلیقہ کی یادیں دل کے دریچوں پر دستک دینے لگیں اور وہ اس بے قصور لڑکی کو فراموش کرگیا‘ مگر واش روم سے نکلتے نکلتے وہ خود کو قابو کرچکا تھا مگر یہاں صورت حال بدل چکی تھی‘ وشال جیولری اور

مہک اپ سے خود کو آزاد کر کے واش روم میں بند ہوگئی
تھی اور خود کو ڈانٹتے وشال سے سوری کرنے کا ارادہ
کرتے کرتے ہی وہ سو گیا تھا اور صبح وشال کی برہمی پر
وہ بھی برہم ہو گیا تھا اور اس وقت اسے پتہ چلا تھا کہ
زرینہ بچو نے وشال کے ساتھ کتنی زیادتی کی تھی' وشال
اپنے گھر لوٹ جانا چاہتی تھی زرہان کو اس سے کوئی
فرق نہیں پڑتا تھا مگر وشال کی ماں اور بھائی نے اسے
زرہان کے گھر رہنے پر مجبور کر دیا' وہ رہ تو گئی مگر اس
نے خاموشی اختیار کر لی اور آج جب وشال کا اسے
فون آیا تو وہ دوڑا دوڑا گھر آیا تھا مگر وشال کی بانہوں
میں سوئی بیٹی کو دیکھ کر جہاں وہ حیران ہوا تھا وہیں وہ
عورت کے ایثار اور عظمت کا بھی قائل ہو گیا تھا۔
زرہان نے وشال کے ساتھ اچھا نہیں کیا تھا پہلے دن
نظر انداز کیا تھا تو بعد میں بھی اس کی خاموشی توڑنے کی
کوشش نہیں کی تھی' اس کا رویہ اس کی بیٹی کے ساتھ
درست تھا مگر وہ اپنی نفرت کو زیادہ دن برقرار نہیں رکھ
سکتی تھی' اس نے بے قصور ہوتے ہوئے بھی وشال کو سزا
دی تھی اور وہ حق پر ہوتے ہوئے بھی اپنی سوفٹ نیچر
کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس کی بیٹی کو سینے سے لگا چکی تھی'
عورت اور مرد کی محبت میں کتنا فرق ہوتا ہے' مرد جب
کسی عورت سے محبت کرتا ہے تو وہ صرف عورت کو نہ
صرف چاہتا ہے بلکہ دوسری ہر محبت کو ٹھکراتا چلا جاتا
ہے جبکہ ایک عورت جب محبت کرتی ہے تو وہ صرف اس
مرد سے نہیں اس مرد سے جڑی ہر شے کو دل کے قریب
پاتی ہے اور اس کے ہر رشتے کو اپناتی چلی جاتی ہے جیسے
وشال نے زرہان کی ناپسندیدگی کا دکھ سہنے کے بعد بھی
اس کی بیٹی کو ممتا کی چھایا فراہم کر دی تھی اور وشال کی
ماں کا یقین وقت نے ٹوٹنے نہیں دیا تھا' سچ کہتے ہیں
ایک ماں اپنے بچوں کی رگ رگ سے واقف ہوتی
ہے اور وشال بھی تو اپنی ماں کی سوچوں کا ہی عکس تھی مگر
وشال نے زائرہ کو آج صرف اپنایا تھا اس رشتے کو
نبھانے کا' اسے سگی ماں کی طرح چاہنے کا مرحلہ ابھی
باقی تھا اور یہ بات بھی وقت نے ہی ثابت کرنی تھی کہ
وہ محبت کی سچائی اور بڑے پن کا تو اعلیٰ نمونہ بن گئی' کیا
وہ ماں کی ممتا اور اولاد کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر
دینے والے جذبے تک پہنچ پائے گی یا نہیں؟

"وشال......" وہ زائرہ کو بیڈ پر لٹا کر پلٹی تھی جب
اس نے زرہان شاہ کی پکار سنی تھی' جسے وہ خاطر میں نہ
لاتی باہر نکلنے کو تھی مگر زرہان شاہ نے ناول بیڈ پر اچھال
کر وشال کو دروازے میں ہی روک لیا تھا۔

"میں نے شاید آپ کو ہی مخاطب کیا تھا' مگر آپ
خود کو......"

"میں خود کو کچھ نہیں سمجھتی' اگر ایسا کرتی تو آج کم از
کم یہاں نہ ہوتی"۔ وشال نے جھٹکے سے اپنی کلائی
آزاد کرواتے ہوئے نہایت غصے میں کہا تھا' زرہان شاہ
نے طیش کے عالم میں لب بھینچ لئے تھے اور محض وشال
کی پشت کو گھور کر رہ گیا اور وہ جب سے چیزوں کی اٹھا
پٹخ میں مصروف تھا کہ اس کا سیل گنگنانے لگا۔

"مام! آپ پریشان نہ ہوں میں آپ کو ایئرپورٹ
سے ٹھیک ٹائم پر ریسیو کر لوں گا' جی جی...... بالکل'
او کے...... خدا حافظ!" اس نے سیل آف کیا تھا اور کچھ
سوچتے ہوئے اپنے روم سے نکلا تھا۔

"آپ...... آخر یہ کر کیا رہے ہیں' کس سے
پوچھ کر میری وارڈروب کو ہاتھ لگایا ہے' میں آپ سے
پوچھ رہی ہوں؟" وہ اس کی سنے بغیر اپنے کام میں
مصروف تھا' وشال نے اس کے ہاتھ سے ہینگر کھینچا
تھا' زرہان شاہ نے پوری الماری خالی کر دی تھی اور
سامان اٹھا کر وشال کے روم سے باہر نکل گیا تھا'
وشال ناسمجھی کے عالم میں تنتناتی ہوئی دوبارہ اس کے
سر پر پہنچ گئی تھی۔

"میں پوچھتی ہوں آپ کس کی اجازت سے میرا
سامان اپنے روم میں لائے ہیں' آپ نے جس مقصد
کے تحت مجھ سے بندھن باندھا تھا وہ ڈیوٹی میں پوری
ایمانداری سے نباہ رہی ہوں تو اس سب ڈرامے کی کیا

ضرورت ہے؟" وشال پرسکون سے انداز میں تیاری کرتے زرہان شاہ سے کہہ رہی تھی جو سارا سامان کمرے میں چھوڑ کر آئینے کے سامنے کھڑا بال بنا رہا تھا۔

"ڈرامے میں نہیں آپ کرتی پھر رہی ہیں اور آپ سمجھتی ہیں کہ میں یہاں آپ کو بیوی کا حق دینے کی نیت سے لایا ہوں تو آپ غلطی پر ہیں کیونکہ مام واپس آ رہی ہیں (زرہان شاہ کی سوتیلی ماں جو اپنے سگے بیٹے کے ساتھ امریکہ میں رہتی تھیں) اور جس روم میں آپ نے ڈیرہ جمایا ہوا ہے وہ مام کا ہے اور میں ویسے بھی نہیں چاہتا کہ ہمارے ادھورے رشتے کی تلخیوں کی بھنک بھی مام کو پڑے"۔ وہ مکمل اس کی جانب گھوما تھا جبکہ وہ تو اس کی پہلی بات پر ہی اٹک گئی تھی' اس نے کتنی بڑی بات کتنی آسانی سے کر دی تھی' اس نے بمشکل آنکھوں کو بہنے سے روکا تھا اور چہرے کو جھکا کر آنسوؤں کو آنکھ کی دہلیز عبور کرنے سے روک کر اس نے چہرہ اٹھایا تھا جو ضبط کے مارے لہو چھلکا رہا تھا۔

"واہ...... زرہان شاہ! کیا کہنے ہیں آپ کے' ہر طریقے سے میں ہی قصوروار ہوں' آپ نے صرف اپنی بیٹی کو ماں دینے کے لئے میرے ساتھ جو کیا ہے وہ آپ کو نظر نہیں آتا' میرا تماشا بناتے تو آپ کو غیرت نہیں آئی مگر خود تماشا بننے کی وجہ تک سے خوفزدہ ہیں' مگر کان کھول کر سن لیں مسٹر زرہان شاہ' اگر آپ کو بیوی کی ضرورت نہیں ہے تو میں بھی آپ جیسے شوہر کی تمنا نہیں رکھتی تھی اور یاد رکھیئے گا جب میں ایک مظلوم بچی کی خوشی اور آرام کی خاطر اور اپنی ماں کی پرورش کو طعنے سے بچانے کی وجہ سے اس جہنم میں رہنا پسند کر سکتی ہوں تو صرف اپنی خودداری اور انا کی خاطر بھی سب کچھ کر سکتی ہوں"۔ ایک عجیب سی مسکراہٹ چہرے پر لاتے ہوئے کہا تھا اور تھوڑا سا آگے بڑھ کر روم فریج کھولا تھا اور فروٹ کی ٹوکری میں سے چھری نکالی تھی اور زرہان شاہ کے کچھ بھی سمجھنے سے پہلے ہی وہ چھری کو اپنی گوری کلائی پر پھیرتی چلی گئی تھی' زرہان شاہ ششدر سا اس کی کلائی سے نکلتے خون کو دیکھ رہا تھا۔

"وش...... وشال...... تم نے یہ کیا کیا؟" وہ لپک کر اس تک آیا تھا اور وہ زرہان شاہ کو دیکھ کر درد کے باوجود مسکرا دی تھی۔

"زرہان شاہ! ایک محبت کے دور ہو جانے کے بعد زندگی میں آنے والی محبت کو ٹھکراتے نہیں چلے جاتے" مگر آپ نے محبت ٹھکرانے کے ساتھ میری عزت نفس کو اپنی پرانی محبت کے قدموں تلے روند ڈالا' آپ نے عورت کو کبھی سمجھا ہی نہیں' آپ کو اگر اپنی بیٹی کے لئے ماں چاہیے تھی تو پہلے اس عورت کو احترام دیتے اور پھر دیکھتے وہ کیسے آپ کی امیدوں پر پورا اترتی ہے مگر......" اس کی اب سانسیں اکھڑنے لگی تھیں۔

"مگر آپ...... آپ نے ایسا...... نہیں...... کیا' مگر...... اس عورت نے...... پھر بھی آپ کی...... بیٹی کو...... اپنایا...... ماں جیسی محبت دی اور آپ پھر...... بھی اسے...... اس قابل...... نہیں جانتے...... کہ محبت نہیں تو...... عزت اور احترام...... ہی اسے دے دیں۔ عزت نفس...... کے بغیر...... جیا نہیں جاتا...... زرہان...... اور میں بھی روز...... جی اور مر رہی تھی اور...... میں نے سوچا...... سوچا کہ روز روز کے...... مرنے سے کہیں بہتر ہے کہ میں اک بار...... ہی موت کو...... گل...... گلے...... سے...... لگا لوں'۔ دھیرے دھیرے اس کی آنکھیں بند ہو گئی تھیں۔ زرہان شاہ اسے لئے ہاسپٹل پہنچا تھا اس کے ڈاکٹر دوست کی وجہ سے پولیس کیس نہیں بنا تھا اور وہ گیارہ گھنٹے بعد موت اور زیست کی جنگ میں موت کو شکست دیتی خرد میں لوٹ آئی تھی۔

..........☆..........

"چاند کو چاند رات مبارک"۔ زرہان شاہ نے کہتے ہوئے اس کی کلائی تھامی تھی اور اس میں کانچ کی سرخ چوڑیاں پہنانے لگا تھا۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟" وشال نے جھلمل کرتی چوڑیوں پر سے نگاہ ہٹا کر اسے دیکھا تھا اور نفی میں سر ہلاتی مسکرا دی تھی۔

"زائرہ اور مائرہ کہاں ہیں؟"

"آپ کی دونوں بیٹیاں اوپر چھت پر چاند دیکھنے گئی ہیں اور فرقان مام کے پاس سو رہا ہے"۔ اس نے بتاتے ہوئے کچن کا رخ کیا تھا' وقت بہت بیت گیا تھا۔

"6 سال کا عرصہ کچھ کم نہیں ہوتا اور میں گزرے چھ سالوں سے وشال کے ساتھ ہوں' اس نے ٹھیک کہا تھا میں اگر اسے پہلے ہی دن سے احترام و عزت دیتا جس کی وہ حقدار تھی تو وہ سب نہ ہوتا' مجھے شرمندگی تو رہتی تھی مگر مجھے پوری طرح احساس اس وقت ہوا جب وشال نے عزت نفس اور موت میں سے عزت نفس کو چنتے ہوئے موت کی دہلیز پر قدم رکھا اور آج میرے دل میں اس کے لئے اتنی ہی قدر و منزلت ہے جتنی ایک ... اپنی باوفا بیوی کو دیتا ہے مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ وشال میرے 3 بچوں کی ماں اور میری بیوی تو بن گئی مگر وہ میری محبوبہ نہیں بن سکی۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ وشال کی بے لوث محبت کے باوجود بھی میں اس سے آج تک محبت نہیں کر سکا' میں نے محبت صرف "سلیقہ" سے کی تھی اور بیوی اور بچوں میں محبت تقسیم ہونے کے باوجود دل کا سب سے سنہرا کونا سلیقہ کے دم سے ہی آباد ہے اور میں یہی سوچ کر تو کسی بھی لڑکی کو اپنی زندگی میں شامل نہیں کرنا چاہتا تھا مگر جیسے سلیقہ سے جدائی مقدر میں تھی ویسے ہی وشال کا ساتھ بھی نصیب میں تھا اور آج یہ کہتے مجھے کسی قسم کی عار نہیں ہے کہ وشال واقعی ایک بے مثال عورت ہے' جس نے میری بیٹی کو چاہت اور ماں تا دی' میرے گھر کو سنوارا' مجھ سے اس نے کبھی محبت طلب نہیں کی جبکہ وہ مجھ سے شادی سے پہلے سے محبت کرتی تھی' اس نے ہمیشہ صرف یہ چاہا کہ میں اسے عزت اور احترام سے نوازوں کیونکہ عورت محبت کے بغیر تو جی سکتی ہے مگر عزت اور توقیر کے بغیر نہیں اور عورت کی عظمت کو میں نے وشال کے ساتھ میں ہی تو جانا ہے"۔

"بابا جانی!" زائرہ کی آواز پر وہ خیالوں سے چونکا تھا۔

"بابا جانی! کل عید ہے اور آپ نے مجھے اب تک چوڑیاں نہیں دلوائیں"۔ زائرہ اس کے کاندھے سے جھولتی لاڈ سے بولی تھی اور اس نے پدرانہ شفقت سے بیٹی کو دیکھتے ہوئے ٹیبل پر رکھیں چوڑیاں اسے دیں تھیں جنہیں لے کر وہ ماں کے پاس دوڑی تھی اور اس کے پیچھے ہی چار سالہ مائرہ اپنی چوڑیاں لئے بھاگی تھی' زرہان شاہ نے مسکراتے ہوئے آنکھیں موند لیں تھیں' وشال نے دونوں بچیوں کو چوڑیاں پہناتے ہوئے ان کے بہتر مستقبل کے لئے دعا کی تھی اور پھر سے کام میں جت گئی تھی۔ وہ شیر خورمہ کے علاوہ سب کچھ چاند رات کو ہی بنا کر رکھتی تھی اور جتنی دیر میں تیار ہوتی تھی ساتھ ہی شیر خورمہ بھی تیار کر لیتی تھی۔

زرہان شاہ ننھے فرقان کی انگلی تھامے عید کی نماز پڑھ کر آیا تھا اور وہ دونوں عیدی لینے اس کے سر پر پہنچ گئی تھیں' وشال نے بھی اپنی ہتھیلی اس کے سامنے پھیلائی تھی' زرہان شاہ نے ہمیشہ کی طرح اپنا پورا والٹ اس کی حنائی ہتھیلی پر رکھ دیا تھا اور وشال نے بھی ہر عید کی طرح والٹ اس کی جیب میں رکھ دیا تھا اور جانے کو پلٹی تھی مگر زرہان شاہ نے اس کی کلائی تھام لی تھی' چوڑیوں کی کھنک گونج اٹھی تھی' وشال کے دیکھنے پر زرہان شاہ نے جیب میں سے ایک بریسلٹ نکالا تھا اور اس کی بائیں کلائی میں سجا دیا تھا۔

"میں جانتا ہوں' آج تمہاری ہر خواہش یقیناً پوری ہو گئی ہو گی"۔ زرہان شاہ نے اس کی جھلملاتی پلکوں کو دیکھ کر سوچا تھا کیونکہ اس نے اسے پہلی دفعہ کوئی تحفہ دیا تھا اور وشال کو یہ عید تاحیات یاد رہنی تھی کیونکہ اس عید پر اس کی ادھوری خوشیاں مکمل ہو گئیں تھیں۔

☆